AL-NOOR
P ISSN: 3005-8252
O ISSN: 3005-8260
VOL: 03 NO: 01 2024

حلت و حرمت :غذائی مصنوعات کے شرعی احکام*

Halal and Haram: Shariah rules of food products

* محمد سرفراز اجمل ریسرچ سکالر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

Abstract:

This article is about Food products. Food is the greatest need of man and his life depends on it, but it is also a fact that some things are morally or health-wise harmful for man and protecting man from hazards is the main purpose of Shariah. Therefore, Islam has guided the detailed rules of halal and haram. Food is of the greatest importance in the life of a human being, as it is responsible for his physical safety and mental and spiritual health, it also has an impact on the private life of a human being and also on his collective life. It is also involved in worship and ethics, the action of a man is affected by it and his perspective and vision, good food produces good blood and flesh, and good blood and flesh produce a good human being. With pure food, one's inner being is purified, this is the greatest success of the individual and the nation, that is why Islam has emphasized on dietary purity.

***Keyword*: Food Products, Halal, Harmful, Shariah, Health**

تمہید :

حقیقت ہے کہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یا صحت کے لحاظ سے انسان کے لیے نقصان دہ ہیں اور انسان کو حضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اس لیے اسلام میں حلال و حرام کے تفصیلی احکام کی رہنمائی کی گئی ہے۔

جو چیزیں کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہیں وہ چار قسم کی ہیں۔

1. بحری
2. بری

بری جانوروں کی پھرت ین بڑی قسمیں ہیں۔

1۔ جن میں بہتا ہوا خون ہو۔ 2۔ جن میں خون تو ہو لیکن بہنے والا نہ ہو۔ 3۔ اور جن میں سرے سے خون ہی نہ ہو۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

واما الذی یعیش فی البر فانواع ثلثہ: مالیس لہ دم اصلا، وما لیس لہ دم سائل، ومالہ دم سائل[i]

حیوانات میں سے انسان اپنی حرمت کی وجہ سے اور اس کا فضلہ نجاست کی وجہ سے خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے اور کیڑے مکوڑے خبث کی وجہ سے حرام ہیں۔

بحری حیوانات میں سوائے مچھلی کے سب حرام ہیں جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگے جسے سمک طافی کہتےہیں اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

بحری حیوانات میں جو جانور اور پرندے شکار کر کے کھاتے پیتے رہتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز گدھ وغیرہ۔ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا مینا، بطخ اور خرگوش وغیرہ یہ سب جانور حلال ہیں۔

بری جانور جو شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں اور ان میں دم مسائل ہے وہ حرام ہیں، مگر شرعی ذبح سے وہ بھی پاک ہو جاتے ہیں البتہ خنزیر ذبح سے پاک نہیں ہوتا جو جانور ماکول اللحم ہیں وہ باقاعدہ ذبح سے حلال بھی جاتے ہیں۔[ii]

نئے غذائی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کےلیے چند اصولی مباحث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

انسانی زندگی میں غذا کی اہمیت:

انسان کی زندگی میں غذا کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ اسی پر اس کے جسمانی تحفظ کا بھی مدار ہے اور ذہنی و روحانی صحت کا بھی، انسان کی نجی زندگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی اجتماعی زندگی پر بھی، عبادات میں بھی اس کا دخل ہے اور اخلاقیات میں بھی، آدمی کا عمل اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کا زاویۂ فکر و نظر بھی، اچھی غذا سے اچھا خون اور گوشت تیار ہوتا ہے اور اچھے خون اور گوشت سے اچھا انسان تعمیر ہوتا ہے، پاک غذا سے انسان کا باطن پاک ہوتا ہے، فرد اور ملت کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے، اسی لیے اسلام نے غذائی حلت و طہارت پر بہت زور دیا ہے، اسلام صرف پاک چیزوں کو انسانوں کے لیے درست قرار دیتا ہے اور گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال سے روکتا ہے:

یسئلونک ماذا أحل قل أحل لکم الطیبات[iii]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں؟ آپ فرما دیں کہ تمام پاک چیزیں ان کے لیے حلال ہیں۔

ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔[iv]

تمام پاک چیزیں ان کے حلال ہیں اور تمام گندی چیزیں حرام ہیں۔

اسلام نے کافی وضاحت کے ساتھ اس کی تفصیلات بیان کر دی ہیں:

''قد فصل لکم ماحرم علیکم''[v]

جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔

اسلام نے انسانی معاشرہ کی جو بنیادیں مقرر کی ہیں ان میں اکل حلال کو اولین اہمیت حاصل ہے، بلکہ عمل صالح کا مداراس پررکھا گیا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ پیغمبرونکو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:

یأیھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً [vi]

اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اور یہ حکم صرف پیغمبروں کے لیے نہیں بلکہ ایمان رکھنے والی تمام امتوں کے لیے بھی ہے:

یأیھا الذین آمنوا کلو امن طیبات مارزقناکم[vii]

اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاک چیزوں کو کھائو۔

رزق حرام کے اثرات:

حرام رزق ایک بدترین زہر ہے جو انسانی زندگی کے سارے نظام کو معطل کر دیتا ہے۔ انسان کا پورا اخلاقی سسٹم بگڑ جاتا ہے۔ اس حالت میں نیکی اور خدا کی بندگی بھی بندگی نہیں رہ جاتی، قرآن کریم میں مال حرام کو بے محابا استعمال کرنے والوں کی مذمت اس طرح کی گئی ہے:

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ[viii]

یہی لوگ ہیں جن کے دلونکو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بدترین عذاب ہے، یہ جھوٹ سننے والے حرام کھانے والے لوگ ہیں۔

ایک موقع پر نبی کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی اور تمثیلی طور پر ایک دور دراز سفر کرنے والے شخص کا قصہ بیان فرمایا: پریشان حال اور غبار آلود ہو اور رب العالمین کو رو رو کر اور ہاتھ پھیلا کر پکار رہا ہو، حالانکہ نہ اس کا کھانا، پینا حلال ہو اور نہ پہننا اوڑھنا، بھلا پروردۂ حرام جسم و جان نکلی ہوئی دعا بارگاہ الٰہی میں کیسے باریاب ہو سکتی ہے؟

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- عن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ} [المؤمنون: 51] وَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ} [البقرة: 172] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟[ix].

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی ذات پاک ہے اور پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا، اللہ پاک نے مسلمانوں کو انہی چیزونکا حکم فرمایا جو اس نے اپنے رسولوں کو حکم فرمایا کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاو اور نیک عمل کرو، مجھے تمھارے اعمال کا علم ہے، پھر رسول اللہ نے ایک دراز منزل، خاک آلود، پریشان حال مسافر کا ذکر فرمایا جو ہاتھ اٹھا کر رب العالمین کے حضور فریاد کناں ہے، لیکن نہ اس کا کھانا پاک اور نہ پینا پاک، لباس اور غذا سب

حرام، بھلا ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے؟
ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت کعب بن عجرۃؓ سے روایت ہے:

" انہ لا یربو لحمٌ نبت من سحتٍ الا کانت النار أَولی بہ" قال ابو عیسی: ھذا حدیث حسن غریب، من ھذا الوجه لا نعرفه إلا من حدیث عبید الله بن موسی، وایوب بن عائذ الطائي یضعف، ویقال: کان یری راي الإرجاء، وسالت محمدا عن ھذا الحدیث، فلم یعرفه إلا من حدیث عبید الله بن موسی واستغربه جدا[x]

حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے۔
اسی لیے شریعت مطہرہ میں جس طرح کسی حرام غذا کا استعمال جائز نہیں اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی حلال چیز کواپنی طرف سے حرام کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[xi]

آپ فرما دیں، کس نے اللہ پاک کی اس زینت کو اور پاک رزق کو حرام کیا جو اللہ پاک نے اپنے بندوں کے لیے نکالی۔

خلق خدا کو غلط غذا فراہم کرناجرم ہے:

اس طرح کے بے شمار نصوص ہیں جن سے انسانی غذا کے بارے میں اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اس سلسلے میں کتنی حساس ہے، نہ صرف یہ کہ شریعت خود غلط غذائوں کے استعمال سے روکتی ہے بلکہ دوسروں کے لیے اس کی فراہمی پر بھی پابندی عائد کرتی ہے، اسلام کی نظر میں سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جو اسے اپنی ذات کے لیے پسند ہو، جو لوگ دوسروں کے لیے نقصان کا سامان فراہم کرتے ہیں وہ دراصل ان کے ایمان کا نقص ہے، بہت سے نصوص میں یہ مضمون آیا ہے مثلاً قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا[xii]

اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں۔
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ زہر کھا کر خودکشی کرنے والے شخص کی موت حرام موت ہے اور ایسا شخص جہنمی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تحسی سماً فقتل نفسہ فھو یتحساہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدًا۔[xiii]

جو شخص زہر کھا کر جان دے گا وہ جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ۔"[xiv]

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو خود کے لیے پسند کرتا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما عن النبیؐ قال: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔"[xv]

ایک دوسری روایت کے الفاظ مینمسلمان کی قید نہیں ہے بلکہ عمومیت کے ساتھ کسی بھی انسان کو بلاوجہ تکلیف پہنچانے کو تقاضائے اسلام کے

خلاف قرار دیا گیا ہے۔

''المؤمن من أمنه الناس والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجر من ہجر السوء والذی نفسی بیده لایدخل الجنۃ عبدلا یأمن جاره بوائقه، اسناده صحیح علی شرط مسلم۔''[xvi]

حرام و حلال کا اختیار صرف رب العالمین کو ہے:

ان نصوص سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں تحریم و تحلیل کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہے، یہ سب کچھ رب العالمین کی طرف سے طے شدہ نظام ہے جس کی بنیادی تفصیلات اور مرکزی اصول خود اللہ پاک نے مقرر فرما دیے ہیں، اس لیے اب انسانوں کے لیے اس باب میں سوائے تطبیقات کے دوسرا کوئی کام باقی نہیں بچتا۔ یہی بات اسلام کے غذائی نظام کو دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام سے قبل کا جاہلی نظام (جس کا تسلسل آج بھی جاری ہے) زمانی اور مکانی حالات اور مختلف انسانی دماغوں کے افکار و خیالات پر مبنی تھا، جس میں نہ معقولیت تھی اور نہ استحکام۔ قرآن کریم میں جابجا اس کی طرف اشارات کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا[xvii]

آپ کہہ دیجیے کہ تمھاری کیا رائے ہے کہ اللہ پاک نے تمھارے لیے رزق نازل فرمایا پھر تم نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حرام کر دیا اور کچھ کو حلال۔

وَلَا تَـقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ[xviii]

اور جو تمھاری زبان جھوٹ بولتی ہے اس کو نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ افترا کرو، بے شک جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ بات کی نسبت کرتے ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتے، دنیا کا تھوڑا سا نفع ہے اور اس کے بدلے میں ایک دردناک عذاب تیار ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔ وَقَالُواْ هَٰذِهِۦٓ أَنْعَٰمٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ إِلَّا مَن نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَٰمٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَٰمٌ لَّا يَذْكُرُونَ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهَا ٱفْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُواْ يَفْتَرُونَ۔ قَدْ خَسِرَ ٱلَّذِينَ قَتَلُوٓاْ أَوْلَٰدَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُواْ مَا رَزَقَهُمُ ٱللَّهُ ٱفْتِرَآءً عَلَى ٱللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّواْ وَمَا كَانُواْ مُهْتَدِينَ

ان لوگوں نے زمینی پیداواراور جانوروں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کیا اور کہا کہ یہ ان کے گمان میں اللہ کے لیے ہے اور یہ ان کے شرکا کے لیے ہے، تو جو ان کے شرکا کے لیے ہے وہ اللہ تک نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکا تک پہنچتا ہے، وہ برا فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہیں ان کو وہی کھا سکتا ہے جس کو ہم چاہیں اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر یہ اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ اللہ پاک پر افتراء کرتے ہوئے حرام کیا، وہ ہدایت پر نہیں۔

قُلْ ہَلُمَّ شُہَدَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْہَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ ھٰذَا[xix]

آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اپنے گواہ لے آئیں جو گواہی دیں کہ اللہ پاک نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔

پوری سورۂ انعام حلال و حرام جانوروں کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہے

اور اسی میں عہد جاہلیت کے افکار وتصورات پر بھی کاری ضرب لگائی ہے، قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ حلال و حرام کا معیار انسانی تخیلات نہیں بلکہ ربانی تعلیمات ہیں ہمیں کسی چیز کی حلت و حرمت کا فیصلہ اسی معیار کا پابند ہو کر کرنا ہو گا، جو اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرما دیا ہے، قرآن کریم نے اس صداقت پر اپنی زبان حقیقت بیان سے یہ کہہ کر مہر لگا دی ہے کہ:

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ -[xx]

جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ[xxi]

آپ ان سے کہیں کہ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ تمھارےرب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں۔

قرآن کے نزدیک کسی کو حلال و حرام کا اختیار دینے کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کے لیے دین بنانے کا اختیار تسلیم کر لیا، جو معبود کی شان ہے اور معبود اللہ کی ذات پاک کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰۗؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ[xxii]

کیا ان کے پاس شرکا ہیں جو ان کے لیے دین بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ[xxiii]

ان لوگوں نے اپنے احبارو رہبان کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود بنا لیا جب کہ انھیں صرف ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان شرکیات سے بالاتر ہے۔

حالانکہ وہ حضرات حضرت مسیح یا ان کے احبار ورہبان کے بارے میں براہست راست معبودیت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ یہی سوال حضرت عدی بن حاتمؓ نے (جو اسلام سے قبل عیسائیت کے پیروکار تھے(خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، اس کی توجیہ حضورؐ نے یہ فرمائی:

’’قال: أجل، ولکن یحلون لھم ماحرم اللہ فیستحلونہ ویحرمون علیھم ما أحل اللہ فیحرمونہ فتلک عبادتھم لھم۔‘‘[xxiv]

بجا ہے، لیکن احبار ورہبان ان کے لیے حرام کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب حلال کو حرام کرتے تھے تو وہ حرام سمجھتے تھے۔ یہی تو ان کی عبادت ہے۔

کسی چیز کو حرام و حلال کہنے میں احتیاط:

یہی وجہ ہے کہ متقدمین اسلاف کسی مسئلے میں سیدھے حرام و حلال کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے تھے، وہ فوراً کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کہتے تھے، جب تک کہ دلیل قطعی سے اس کا علم نہ ہو جاتا۔

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

’’أدرکت مشائخنا من أھل العلم یکرھون الفتیا، أن یقولوا: ھذا حلال وھٰذا حرام الا ماکان فی کتاب اللہ عزوجل

بیناً بلاتفسیر[xxv]
میں نے اپنے مشائخ اہل علم کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینے میں ان الفاظ کو پسند نہیں کرتے تھے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، جب تک کہ اللہ کی کتاب میں واضح طور پر وہ بات نہ ہوتی۔

حضرت ابن السائبؒ نے حضرت ربیع بن خیثمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو بڑے تابعین میں سے تھے، وہ اپنے لوگونکواکثر نصیحت فرماتے تھے کہ اس طرح کہنے سے بچو کہ اللہ پاک نے اس چیز کو حلال کیا ہے، یا اللہ کی مرضی یہ ہے کہ اللہ پاک اس کے جواب میں یوں کہہ دے کہ میں نے تو اسے حلال نہیں کیا اور میں اس سے راضی نہیں ہوں، یا کوئی کہے کہ اللہ پاک نے اس کو حرام کیا ہے اور اللہ پاک اس کے جواب میں کہہ دے کہ تو جھوٹا ہے، میں نے تو اسے حرام نہیں کیا اور نہ میں نے اس سے روکا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اپنے مشائخ کا معمول نقل فرماتے تھے کہ وہ فتویٰ میں حرامو حلال کے الفاظ استعمال کرنے سے گریزکرتے تھے بلکہ کہتے: یہ مکروہ ہے یا اس میں مضائقہ نہیں ہے، وغیرہ۔

ابن مفلحؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سلف کسی چیز پر حرام کا اطلاق اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس کی حرمت کا یقینی علم نہ ہو جاتا۔

خود قرآن کریم نے اس سلسلے میں رہنما اصول کے طور پر اشارہ کیا ہے جس پر سلف سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

اشیا میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لیے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے کہ ''اشیا میں اصل اباحت ہے'' اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ دراصل جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم شرعی مصرح نہیں ہے، وہ قابل عمل ہیں یا قابل ترک؟ اس ضمن میں فقہا نے یہ اصولی بحث کی ہے کہ اشیا میں اصل حکم کیا ہے اباحت یا ممانعت؟ مگر مشکل یہ ہے کہ اس باب میں علما کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا ہے اور مختلف فقہا کی طرف جو آرا منسوب ہیں ان میں بھی شدید اختلاف ہے۔ مثلاً:

- بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے[xxvi] ۔
- جب کہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے۔[xxvii]
- بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے بتائیجاتی ہے [xxviii]
- بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علما کا موقف قرار دے دیا ہے۔[xxix]
- دوسری جانب اشیا میں اصل ممانعت ہے، اس قول کو بعض علما نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔[xxx]
- بعض شوافع کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے
- [xxxi]بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے[xxxii]
- وہیں پر کئی علما نے اکثر فقہا کا موقف توقف نقل کیا ہے، یعنی

حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امر میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جا سکتی، نہ جواز کی اور نہ عدم جواز کی[xxxiii]

- (امام رازیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نفع بخش چیزونمیں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے[xxxiv]
- علائیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علما نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علما کی طرف منسوب کر دیا ہے[xxxv]
- علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علما حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں، شافعیہ نے حضرت الامامؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیا ہے، ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انھوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیا ہے، ابن نجیمؒ نے بھی اس سلسلے میں علما کے اختلاف آرا کا ذکر کیا ہے اوراس سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے۔[xxxvi]
- ہر موقف کے لیے دلائل (قرآن و حدیث کے نصوص) بھی موجود ہیں، اس طرح آرا کے ساتھ دلائل میں بھی سخت انتشار ہے۔ بہرحال یہ اضطراب کیوں پیدا ہوا؟ دو الگ الگ قاعدوں کو خلط کرنے اور ایک پس منظر میں دیکھنے کی بنا پر، یا اباحت، حرمت اور توقف کے اصطلاحی مفاہیم کے فرق کی بنا پر، (جیسا کہ بعض علما نے یہ بحث اٹھائی ہے) یہ ایک الگ مسئلہ ہے، اس کا ابھی موقع نہیں ہے۔ لیکن اس بحث سے کم از کم اتنی بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس باب میں اس اصولی بحث سے کوئی بہت زیادہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک کمزور اور مختلف فیہ بنیاد ہے جس سے کسی فیصلہ کن نتیجہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

البتہ جن مخصوص ابواب میں اس تعلق سے اتفاق آرا پایا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ ان میں اس قاعدہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

چند اشیا میں اصل حرمت ہے۔ جمہور کی رائے

عبادات اور ابضاع (خواتین) کے بارے میں تقریباً اکثر فقہا احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے، یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہو تو ان کو ناجائز قرار دیا جائے گا۔[xxxvii]

عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے، جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے:[xxxviii]

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو امور دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے وہ قابل رد ہے۔

ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جا سکتا ہے۔ جن میں حرام و حلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے:

اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے، یعنی جن حیوانا ت کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو، یا کسی حیوانی غذا کی حلت و حرمت پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو ان میں

اباحت اصل ہو گیا یا حرمت؟ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، بعض علما اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں[xxxix]

مجوزین اس کو عام اشیا (جن میں وہ نظریۂ اباحت کے قائل ہیں) پر قیاس کرتے ہیں اور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیا میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لیے پیش کی جاتی ہیں مثلاً:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً[xl] وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ[xli]

لیکن حنفیہ، بعض شافعیہ اور اکثر محققین علما کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے، یعنی حرمت و حلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہو گا۔ [xlii]

ابن سعد کا یہ منظوم اس سلسلے میں کافی مشہور ہے جس میں بڑے اعتدال کے ساتھ چند مخصوص چیزوں میں حرمت کو اصل بتایا گیا ہے:

والأصل فی الأبضاع واللحوم والنفس والأ موال للمعصومہ

تحریمھا حتی یجیء الحل فافھم ھداک اللہ مایحل [xliii]

ان حضرات نےدرج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے:

عن عدی بن حاتم قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: اذا أرسلت کلبک المعلم فقتل فکل واذا أکل فلا تأکل فانما أمسکہ علی نفسہ، قلت: أرسل کلبی فأجد معہ کلبا آخر؟ قال: فلا تأکل فانما سمیت علی کلبک ولم تسم علی کلب آخر۔ [xliv]

رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے تربیت یافتہ کتے کو بھیجا اور اس نے قتل کر دیا تو اس شکار کو کھاؤ اور وہ خود کھانے لگے تو نہ کھاؤ، اس لیے کہ اس نے تمھارے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے شکار کیا، میں نے دریافت کیا کہ میں اپنے کتے کوبھیجتا ہوں اور شکار کے پاس ایک دوسرا کتا بھی موجود ہو، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مت کھاؤ، اس لیے کہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھا ہے دوسرے کتے پر نہیں)۔

اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاِنْ وَجَدْتَہٗ غَرِیقاً فِی الْمَاءِ فَلاَ تَأْکُلْ [xlv]

اگر تمھارا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو نہ کھاؤ۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ:

فانک لا تدری الماءقتلہ أ[xlvi]

اس لیے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئی یا تمھارے تیر سے ہوئی؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہو گا، وجوہ اباحت کا نہیں، اسی لیے ان فقہا نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوں گی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

آخر الذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطہ نظر

زیادہ لائق ترجیح ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں:

والمحرم فغلب لأنہ اجتمع المبیح المحرم [xlvii]

ولأنہ (أی تقدیم المحرم علی المبیح) الاحتیاط، لأن فیہ زیادۃ حکم وہونیل الثواب بالانتہاء عنہ واستحقاق العقاب بالاقدام علیہ، وہو ینعدم فی المبیح، ولأخذ بالاحتیاط أصل فی الشرع ذکرہ شمس الأئمۃ [xlviii]

ان المحرم راجح علی المبیح ومنھا: اذا تعارض المحرم والمبیح، رجح المحرم، کما سبق حکمہ [xlix]

مذکورہ بالا تمام عربی اقتباسات کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ مبیح و محرم میں تعارض کے وقت محرم کو ترجیح حاصل ہو گی۔

اسی لیے شریعت اسلامیہ نے حیوانات کی اقسام اور ان کے طریقۂ استعمال پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور جواز اسی دائرہ میں منحصر ہے جس کی شریعت اسلامیہ نے تحدید کر دی ہے، جن صورتوں میں شریعت کا جواز مصرح نہیں ہے وہ ناجائز رہیں گی جب تک ان کے جواز میں کوئی واقعی دلیل میسر نہ ہو جائے۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلے پر آتے ہیں، انسانی غذائیں دو قسم کی اشیا پر مشتمل ہیں:

حیوانی غذائیں اور غیر حیوانی غدائیں۔

حیوانی غذاؤں میں حلت و حرمت کا معیار:

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی، ارشاد نبوی ہے:

’’أحلت لنا میتتان السمک والجراد [l]۔ ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں: مچھلی اور ٹڈی۔

۲۔ وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور، ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصلو و قواعد ہیں، نیز ذابح کے لیے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اور اس ضمن کی جو شرائط تفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے، اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہو گا۔

المراجع

[i] لجنہ علما برناسہ ،نظام الدین بلخی،فتاوی ہندیہ، باب الثانی، فی بیان مایوکل من الحیوان،دار الفکر ۱۳۱۰ ،ج 5،ص289

ii مجاہد الاسلام قاسمی،جدید فقہی مباحث،ادارۃ القرآن وعلوم اسلامیہ ،گلش اقبال کراچی، ج25، ص76

iii ۔ المائدہ: 4

iv الاعراف: 157

v الانعام: 119

vi المومنون: 51

vii ۔ بقرۃ: 172

viii المائدہ: 41-42

ix حیح مسلم: ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری 3۔85، حدیث نمبر، 2393، الناشر، دارالجیل بیروت، مسند الامام احمد بن حنبل، الناشر: مؤسۃ قرطبہ، القاہرہ

x سنن الترمذی: محمد بن عیسیٰ ابو عیسیٰ الترمذی السلمی 2۔812، حدیث نمبر 614، الناشر داراحیاء العربی بیروت، تحقیق: احمد محمد شاکر وآخرون

xi ۰(الاعراف: 32

xii ۔ النساء: 29

xiii مسند الامام محمد بن حنبل 2۔478، حدیث نمبر: 10198، الاحادیث مذیلۃ بأحکام شعیب الأرنؤوط علیها

xiv صحیح البخاری: محمد اسماعیل لو عبداللہ البخایر الجعفی 1۔14، حدیث نمبر: 13، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1407ھ 1987 ، تحقیق: ڈاکٹر مصطفی دیب البغا، سنن الترمذی 4۔667، حدیث نمبر: 2515

xv صحیح البخاری ۱۔13، حدیث نمبر : 10

xvi مسند الامام احمد بن حنبل 3۔154، حدیث نمبر 12583، المستدرک علی الصحیحین: محمد بن عبداللہ أبو عبداللہ الحاکم النیسابوری 1۔55، حدیث نمبر: 25، الناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولی، 1411۔1990ء تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا

xvii ﴿یونس: 59

xviii النحل: 116۔117

xix ﴿الانعام: 150

xx الانعام: 151

xxi الانعام: 151

xxii الشوریٰ: 21

xxiii التوبہ: 31

xxiv سنن البیہقی الکبری: احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ ابوبکر البیہقی 10۔116، حدیث نمبر: 20137، الناشر: مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ 1414۔1994، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، المعجم الکبیر: سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم الطبرانی 17۔192، حدیث نمبر: 218، الناشر: مکتبۃ العلوم والحکم الموصل، الطبعۃ الثانیۃ، 1404-1983

xxv ۔" الامام 7،317

xxvi ، الأشباہ والنائر فی قواعد و فروع فقہ الشافعیۃ: عبدالرحمن بن أبی بکر، جلال الدین لسیوطی 1۔60، الناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان

xxvii تیسیر التحریر 2، 168

xxviii التمہید 4،271، شرح الکوکب المنیر 1،325-326

xxix ارشاد الفحول، ص: 284، الوجیز فی ایضاح قواعد الفقہ الکلیۃ، ص: 129

xxx دیکھیے: المنشور 2، 70، أشباہ والنظائر للسیوطی، ص60

xxxi ۔ التبصرہ فی اصول الفقہ، ص: 832، وارشاد الفحول، ص: 284

[xxxii] ۔ دیکھیے التمہید 4/271، شرح الکوکب المنیر 1/325-326

[xxxiii] احکام الفصول، ص: 681، الأشباہ والنظائر لا بن نجیم، ص: 66

[xxxiv] ۔ المحصول 2/131

[xxxv] ۔ المجموع شرح المہذب فی قواعد المذہب 2/515، بحوالہ القواعد والضوابط الفہیۃ المتضمنۃ للتیسیر: عبدالرحمن بن صالح العبد اللطیف 1/154، الناشر: عمادۃ البحث العلمی بالجامعۃ الاسلامیہ، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الأولی، 1423ھ 2003ء

[xxxvi] الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنفیۃ النعمان، الشیخ زین العابدین ابراہیم بن نجیم 1/66، الناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبناس، الطبعہ 1400ھ 1970ء

[xxxvii] (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنفیۃ النعمان 1/66، الأشباہ والنظائر فی قواعد و فروع فقہ الشافعیۃ 1/61

[xxxviii] ۔‘‘ (صحیح البخاری 2/989، حدیث نمبر: 2550

[xxxix] ۔ الاشباہ النظائر لا بن الوکیل 1/298، المنشور 2/112

[xl] الانعام: 145

[xli] الانعام: 119

[xlii] اعلام الموقعین 1/295، بدائع القوائد 3/129، المغنی 1/44، قواعد ابن رجب ، ق 15، قواعد ابن سعدی، ص23

[xliii] قواعد ابن سعدی، ص23

[xliv] صحیح البخاری 1/67

[xlv] الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم 2/85،حدیث نمبر: 8090

[xlvi] وسہمک (الجمع بین الصحیحین البخاری و مسلم: محمد بن فتوح الحمیدی، عدد الأجزاء، الناشر: دارابن حزم، لبنان، 1423-2002ء الطبعۃ الثانیۃ، جامع الأحادیث: جلال الدین السیوطی 2/ 290، جامع الأصول فی احادیث الرسول: مجد الدین أبو السعادات المبارک بن محمد الجزری ابن الأثیر 7/ 24، تحقیق: عبدالقادر الأرنؤوط، الناشر: مکتبہ الحوالی، مطبعۃ الملاح دارالبیان، المطبعۃ الاؤولی

[xlvii] الأشباہ والنظائر فی قواعد و فروع فقہ الشافعیۃ 1/113

[xlviii] السرخسی (التقریر والتجیر: (محمد بن محمد ابن أمیر الحاج الحنبلی 5/25، دراسۃ و تحقیق: عبداللہ محمود محمد عمر، الناشر: دارالکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولی، 1419ھ 1999ء

[xlix] شرح مختصر الروضۃ: سلیمان بن عبدالقوی بن الکریم الطوفی الصرصری، أبو الربح، نجم الدین 3/737، المحقق: عبداللہ بن المحسن الترکی، الناشر: مؤسہ الرسالۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1407ھ 1987ء)

[l] ابن ماجہ 2/1073